ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3963

Program: BS Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: فقہ العبادات (3963) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ نمبر 6–9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: یمین کا مفہوم اور کفارۂ یمین (20 نمبر)

سوال نمبر 1۔ یمین سے کیا مراد ہے؟ کفارہ یمین تفصیل سے بیان کریں۔ (20)

تعارف

انسانی معاشرے میں قسم کھانا ایک قدیم اور عام عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنی بات کی تصدیق کرتا، وعدے کو پختہ کرتا یا کسی معاملے میں اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ اسلام نے قسم کے اس عمل کو بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لیے واضح احکام و حدود مقرر کیے ہیں، کیونکہ اللہ کے نام کی قسم کھانا اس کی تعظیم سے جڑا ہوا عمل ہے۔ قرآن کریم نے سورۃ المائدہ (آیت 89) میں اقسام اور ان کے کفارے کی مفصل ہدایت دی ہیں۔ اس جواب میں پہلے یمین کے لغوی و اصطلاحی مفہوم اور اس کی اقسام بیان کی جائیں گی اور پھر کفارۂ یمین کی مکمل تفصیل، اس کی شرائط اور متعلقہ احکام پیش کیے جائیں گے۔

یمین کا مفہوم

یمین کے لغوی معنی داہنے ہاتھ کے آتے ہیں، اور عربوں کے ہاں عہد و پیمان کے وقت داہنا ہاتھ ملانے کی روایت کی وجہ سے قسم کو بھی یمین کہا جانے لگا؛ ایک قول کے مطابق یمین قوت اور پختگی کے معنی میں بھی آتا ہے کیونکہ قسم بات کو مضبوط کرتی ہے۔ شرعی اصطلاح میں یمین سے مراد ہے: کسی بات کی تصدیق یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے عزم کو اللہ تعالیٰ کے نام یا اس کی کسی صفت کی قسم کھا کر پختہ کرنا۔ مثلاً کوئی کہے: واللہ! میں یہ کام ضرور کروں گا، یا اللہ کی قسم میں فلاں جگہ نہیں جاؤں گا۔ قسم کے الفاظ فقہاء نے بیان کیے ہیں جن میں واؤ، باء اور تاء کے ساتھ اللہ کا نام لینا شامل ہے، جیسے واللہ، باللہ اور تاللہ۔ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا شریعت میں ناپسندیدہ بلکہ گناہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ روایت کا مفہوم ہے کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کی ایک صورت اختیار کی (مسند احمد، سنن ترمذی)۔ اس لیے مومن کو صرف اللہ کی قسم کھانا چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔

یمین کی اقسام

1۔ یمینِ لغو

یمینِ لغو وہ قسم ہے جو انسان بغیر ارادے کے عادتاً زبان سے لھا بیٹھے، جیسے گفتگو میں معمول کے مطابق واللہ واللہ کہنا، یا ماضی کی کسی بات پر غلط فہمی میں قسم کھالے اور حقیقت اس کے خلاف نکلے۔ سورۃ البقرہ (آیت 225) کے مفہوم کے مطابق اس قسم پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں فرماتا، اس لیے اس پر کفارہ بھی نہیں، البتہ احتیاط یہی ہے کہ اللہ کے نام کو گفتگو کی عادت نہ بنایا جائے کیونکہ یہ اس نام کی تعظیم کے خلاف ہے۔

2۔ یمینِ غموس

یمینِ غموس وہ جھوٹی قسم ہے جو جان بوجھ کر کسی گزشتہ بات کے بارے میں کھائی جائے، مثلاً انسان جانتا ہو کہ اس نے قرض لیا مگر انکار کے لیے قسم کھالے۔ اسے غموس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے جس پر کفارہ کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ سچی توبہ، استغفار اور اگر کسی کا حق مارا گیا ہو تو اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ فقہاء کے نزدیک غموس میں کفارہ اس لیے نہیں کہ یہ گناہ معمولی قسم توڑنے سے کہیں بڑا ہے؛ اس کی تلافی توبہ و حقوق کی واپسی سے ہوتی ہے۔

3۔ یمینِ منعقدہ

یمینِ منعقدہ وہ پختہ قسم ہے جو مستقبل کے کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے پر پوری نیت اور ارادے سے کھائی جائے، جیسے کوئی کہے کہ اللہ کی قسم میں کل روزہ رکھوں گا یا فلاں برا کام کبھی نہیں کروں گا۔ اصل احکام اور کفارہ اسی قسم سے متعلق ہیں۔ اگر اس قسم کو نبھا لیا جائے تو یہی اصل ہے، اور اگر توڑ دی جائے تو اسے حنث کہتے ہیں اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ یہ بھی اہم اصول ہے کہ اگر قسم کسی نیکی کو چھوڑنے یا گناہ کرنے پر کھائی گئی ہو تو اسے توڑ دینا ہی لازم ہے اور پھر کفارہ ادا کیا جائے، کیونکہ روایت کا مفہوم ہے کہ جو شخص قسم کھائے پھر دیکھے کہ بھلائی اس کے خلاف کرنے میں ہے تو وہی کرے جو بہتر ہو اور قسم کا کفارہ دے دے (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔

کفارۂ یمین کی تفصیل

کفارۂ یمین کا مفصل حکم سورۃ المائدہ (آیت 89) میں آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تمہاری لغو قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرے گا لیکن جو قسمیں تم نے پختہ باندھی ہیں ان کے توڑنے پر کفارہ یہ ہے: دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہناؤ، یا ایک غردن (غلام) آزاد کرو؛ پھر جو شخص ان میں سے کسی کی استطاعت نہ پائے اس کے لیے تین دن کے روزے ہیں۔ اس نص سے کفارے کی تین بڑی صورتیں اور ایک اضافی صورت واضح ہوتی ہے۔ فقہاء نے اتفاق کیا ہے کہ پہلی تین صورتوں، یعنی کھانا کھلانا، لباس دینا اور غلام آزاد کرنا، میں اختیار ہے، جس صورت کو اختیار کر لے کفارہ ادا ہو جائے گا؛ البتہ روزے رکھنا اسی شخص کے لیے ہے جو ان تینوں کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اگر کسی کے پاس مال موجود ہو اور وہ سستی کی وجہ سے روزے رکھ لے تو اس کا کفارہ ادا نہیں ہو گا۔

کھانا کھلانے کی صورت و مقدار

دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کی مقدار میں فقہی تفصیل ملتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار یعنی نصف صاع گندم یا ایک صاع جو وغیرہ، یا اس کی قیمت دی جا سکتی ہے، یا دس مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کھانا کھلا دیا جائے تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ جمہور کے نزدیک ہر مسکین کو ایک مد (مخصوص ماپ) کھانا دیا جاتا ہے۔ ایک ہی مسکین کو دس دن تک کفارے کی مقدار دیتے رہنے کے بارے میں حنفیہ نے اجازت دی ہے جبکہ جمہور کے نزدیک دس الگ الگ مسکین ہونا ضروری ہے۔ کھانا اس معیار کا ہو جو قسم کھانے والا اپنے اہل کو کھلاتا ہے، نہ اس سے بہت گھٹیا اور نہ تکلف سے بڑھا ہوا۔ آج کے دور میں اس مقدار کی قیمت نقدی کی صورت میں دینا بھی حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، جس سے مسکین اپنی پسند سے کھانا لے سکتا ہے۔

لباس اور روزوں کی تفصیل

لباس کی صورت یہ ہے کہ دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو ایسا جوڑا دیا جائے جس میں اس کی ستر پوشی ہو سکے اور عام استعمال کے قابل ہو؛ فقہاء نے اس کی کم از کم مقدار بھی بیان کی ہے۔ روزوں کی مقدار تین دن ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ان تین روزوں کا مسلسل ہونا شرط ہے، یعنی درمیان میں بلا عذر وقفہ نہ ہو؛ جمہور میں سے بعض کے نزدیک تسلسل

مستحب ہے شرط نہیں۔ اگر کوئی شخص مالدار ہوتے ہوئے روزے رکھے تو کفارہ نہیں ہو گا، اور اگر روزوں کے درمیان مال میسر آ جائے تو علماء نے تفصیل بیان کی ہے کہ باقی کفارہ کھانے کی صورت میں ادا کیا جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ کفارہ حنث، یعنی قسم توڑنے، کے بعد ادا ہوتا ہے؛ بعض فقہاء نے ضرورت پر توڑنے سے پہلے ادائیگی پر بھی بحث کی ہے لیکن معتمد رائے یہی ہے کہ کفارہ توڑنے کے بعد ہی ادا کیا جاتا ہے۔

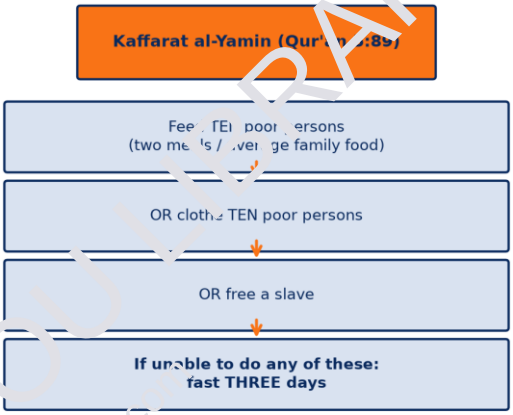

شکل: کفارۂ یمین کی صورتیں — دس مسکینوں کو کھانا یا لباس یا غلام آزاد کرنا؛ عدمِ استطاعت پر تین روزے

یمین کے چند مزید احکام

چند دیگر احکام بھی اس باب سے متعلق ہیں۔ پہلا یہ کہ قسم میں استثناء، یعنی قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہہ دینا، قسم کو منعقد ہونے سے روک دیتا ہے اور ایسا شخص توڑنے پر گنہگار بھی نہیں ہوتا اور کفارہ بھی نہیں آتا (روایات کا مفہوم، سنن ابی داؤد و ترمذی)۔ دوسرا یہ کہ کسی دوسرے کی قسم دلانے پر عمل کا حکم مختلف ہے؛ اگر کوئی شخص آپ کو قسم دے کر کچھ کہے تو اس کی تعظیم اخلاقی پہلو رکھتی ہے لیکن شرعی کفارہ قسم کھانے والے پر ہی آتا ہے۔ تیسرا یہ کہ نیت کا اعتبار ہے: اگر قسم کھانے والے نے الفاظ سے کچھ اور مراد لیا ہو تو فقہاء کے نزدیک، خاص کر ظلم سے بچنے جیسی صورتوں میں، نیت معتبر ہوتی ہے۔ چوتھا یہ کہ قسم کو گواہی اور عدالت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اسلامی قانون میں یمین قضائی نظام کا حصہ ہے، لیکن جھوٹی گواہی و قسم عظیم گناہ ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ ذاتی قسموں کے مسائل میں اپنے مسلک کے مستند علماء سے راہنمائی لے۔

قسم کی اہمیت پر چند معاشرتی پہلو

آج کے معاشرے میں قسم کھانا معمولی سی بات بن گیا ہے؛ بازاروں میں سودے کی تصدیق کے لیے، گفتگو میں زور دینے کے لیے اور جھوٹ چھپانے کے لیے بھی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ یہ رویہ اس عظیم نام کی توہین ہے۔ اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ مسلمان کی زبان اتنی سچی ہو کہ اسے قسم کی حاجت ہی پیش نہ آئے۔ دوسری طرف جب قسم کھائی جائے تو اسے نبھانا ایمان کی علامت ہے اور توڑنے کی صورت میں کفارے کا نظام انسان کو جوابدہی سکھاتا ہے۔ کفارے کا مال غریبوں تک پہنچنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام انفرادی کوتاہی کی تلافی کو بھی اجتماعی بھلائی سے جوڑ دیتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ یمین اللہ کے نام یا صفت سے کسی بات کو پختہ کرنے کا نام ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں: لغو جس پر مؤاخذہ نہیں، غموس جو جھوٹی قسم اور کبیرہ گناہ ہے اور اس کی تلافی توبہ و حقوق کی ادائیگی ہے، اور منعقدہ جس کے توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ کفارۂ یمین سورۃ المائدہ کی آیت 89 کی روشنی میں یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا لباس دیا جائے یا غلام آزاد کیا جائے، اور ان کی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے جائیں۔ یہ نظام اللہ کے نام کی تعظیم، انسان کی جوابدہی اور غریبوں کی کفالت تینوں کو یکجا کرتا ہے۔

سوال نمبر 2: کھیل اور تفریح کے اسلامی اصول (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ کھیل اور تفریح کے اسلامی اصول بیان کریں۔ (20)

تعارف

انسان کی فطرت میں تنوع اور تازگی کی خواہش رکھی گئی ہے؛ مسلسل محنت اور یکساں مصروفیت اسے تھکا دیتی ہے۔ اسلام فطرت کے مطابق دین ہے، اس لیے اس نے کھیل اور تفریح کو سرے سے حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کے لیے اصول اور حدود مقرر کیے ہیں جن کے اندر رہتے ہوئے تفریح نہ صرف جائز بلکہ صحت، تربیت اور سماجی ہم آہنگی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بھی تفریح کے واضح نمونے ملتے ہیں: آپ نے دوڑ کے مقابلوں کی حوصلہ افزائی فرمائی، نشانہ بازی کو قوت کی تیاری قرار دیا اور گھر کے اندر معصومانہ خوشی کے اظہار کو ناپسند نہیں فرمایا۔ اس جواب میں کھیل و تفریح کے اسلامی اصول، ان کی شرعی شرائط اور عصرِ حاضر کی صورتوں پر ان اصولوں کا اطلاق بیان کیا جاتا ہے۔

اسلام کا کھیل و تفریح کے بارے میں بنیادی نقطۂ نظر

اسلام کا اصول یہ ہے کہ دنیا کی ہر حلال چیز اصل میں مباح ہے جب تک اس کی ممانعت کی دلیل نہ آئے؛ یہی اصول کھیلوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ قرآن کریم انسان کو زمین کی زینت اور حلال رزق سے منع نہیں کرتا بلکہ پاکیزہ چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی دعوت دیتا ہے (الاعراف: 32 کا مفہوم)۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مومن کی زندگی بے مقصد لہو و لعب نہیں؛ سورۃ المؤمنون میں کامیاب مومنین کی صفات میں لغو سے اعراض کا ذکر آیا ہے (آیت 3 کا مفہوم)۔ ان دونوں اصولوں کو ملا کر تصویر یہ بنتی ہے کہ تفریح عبادت و ذمہ داری کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے بلکہ اس کے لیے قوت و تازگی کا ذریعہ ہو۔ صحیح بخاری کی روایت کا مفہوم بھی یہی ملتا ہے جس میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی گھبراہٹ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل و جان کو وقفے وقفے سے آرام دینا بھی دین کا حصہ ہے۔

کھیل اور تفریح کے اسلامی اصول

1۔ حلال اور پاکیزہ ہونا

پہلا اصول یہ ہے کہ کھیل بذاتِ خود حلال ہو۔ جس کھیل میں جُوا یا سٹہ شامل ہو وہ حرام ہے کیونکہ قرآن نے جوئے کو شیطانی عمل قرار دے کر اس سے بچنے کا حکم دیا ہے (المائدہ: 90 کا مفہوم)۔ اسی طرح جس تفریح میں فحاشی، بے حیائی، موسیقی و رقص کی وہ صورتیں جو شریعت نے روک دی ہیں، یا جاندار کو تکلیف دینا شامل ہو وہ جائز نہیں رہتی۔ جانوروں کو آپس میں لڑانا اور نشانہ بازی کے لیے زندہ جانور کو ہدف بنانا روایات میں ممنوع آیا ہے۔ لہٰذا کھیل کا انتخاب کرتے وقت اس کے اندراج و مشمولات کا جائزہ لازم ہے۔

2۔ فرائض و واجبات میں خلل نہ آئے

دوسرا اصول یہ ہے کہ کھیل نماز، روزے اور دیگر فرائض کو ضائع نہ کرے۔ جو تفریح انسان کو نماز سے غافل کر دے وہ اپنا جواز کھو دیتی ہے؛ قرآن نے ایسے لہو کی مذمت کی ہے جو تجارت و کھیل کی وجہ سے اللہ کے ذکر سے روک دے (الجمعہ: 11 کے پس منظر کا مفہوم)۔ اسی طرح کھیل کی وجہ سے والدین کے حقوق، طلبِ علم، حلال روزگار اور خاندانی ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں۔ تفریح کے لیے وقت کی حد بندی کرنا اسی اصول کا تقاضا ہے: تفریح اساس نہیں، معاون ہے۔

3۔ ستر، لباس اور اختلاط کے حدود

تیسرا اصول پردے اور حیاء کا تحفظ ہے۔ کھیل کے لباس میں ستر کا اہتمام ہو، مرد و زن کا غیر شرعی اختلاط نہ ہو اور نگاہوں کی حفاظت کی جائے۔ اس اصول کی روشنی میں مخلوط کھیلوں، پبلک مقامات پر بے پردگی اور ایسے لباس جو جسمانی نمائش کا ذریعہ بنیں، سے اجتناب کیا جائے گا۔ تیراکی، دوڑ اور کشتی جیسے مفید کھیل بھی انہی حدود کے اندر درست قرار پاتے ہیں۔ اسی اصول سے یہ بھی نکلتا ہے کہ کھیل دیکھنے کے ماحول میں بھی انہی آداب کا لحاظ رکھا جائے۔

4۔ جسمانی نقصان اور ضد بازی سے بچاؤ

چوتھا اصول یہ ہے کہ کھیل صحت کے لیے ہو، جان کے خطرے کے لیے نہیں۔ اسلام نے خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے (البقرہ: 195 کا مفہوم) اور دوسرے کو نقصان پہنچانا بھی ممنوع ہے؛ روایت کا مفہوم ہے کہ نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ دوسرے کو نقصان پہنچاؤ۔ اس اصول کے تحت انتہائی خطرناک کھیل، بغیر حفاظتی انتظام کے مقابلے، اور غصے و ضد میں مار پیٹ پر اتر آنا درست نہیں۔ کھیل میں کھلاڑی کی روح یعنی امانت، سچائی اور حریف کا احترام بھی اسی اصول کا حصہ ہے؛ دھوکے سے جیتنا کھیل کی روح کے خلاف ہے۔

5۔ نیک مقصد اور فوائد کا حصول

پانچواں اصول مقصدیت ہے۔ سب سے بہتر کھیل وہ ہیں جن سے صحت، قوت، مہارت یا سماجی فائدہ حاصل ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ دوڑ، تیر اندازی اور تلوار بازی جیسے مفید مشقوں کی حوصلہ افزائی فرمائی اور نشانہ بازی کو قوت قرار دیا (صحیح مسلم کی روایت کا مفہوم کہ قوت نشانہ بازی ہے)۔ جدید دور میں فٹبال، کرکٹ، دوڑ، تیراکی، مارشل آرٹس اور ذہنی کھیل جیسے شطرنج کے علاوہ مختلف مفید مشاغل اسی اصول سے جانچے جائیں گے: جن میں جوا، وقت کی بربادی اور اخلاقی خرابی نہ ہو وہ درست دائرے میں آتے ہیں۔ اسی طرح خاندانی تفریح، سیر و سیاحت اور مطالعہ جیسی صحت مند سرگرمیاں ایمان کو تازگی دیتی ہیں اور رشتوں کو مضبوط کرتی ہیں۔

سیرتِ نبوی سے تفریح کی چند مثالیں

سیرت میں تفریح کا توازن خوب واضح ملتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں آتا ہے کہ عید کے دن مسجدِ نبوی میں حبشی صحابہ نیزوں اور ڈھالوں سے کھیل رہے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پردے کی آڑ سے یہ تماشا دکھایا یہاں تک کہ وہ خود اکتا کر واپس ہوئیں (مفہوم)۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے ضرر کھیل تماشا اور اس کا دیکھنا جائز دائرے میں آتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوڑ لگانا بھی روایات میں آتا ہے۔ ایک اور مشہور سبق وہ ہے جب دو انصاری بچیوں کے گانے پر اعتراض ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے (صحیح بخاری، مفہوم)، البتہ اس اجازت کا

دائرہ معصوم خوشی تک محدود سمجھا جاتا ہے اور فقہاء نے اس کی شرائط بیان کی ہیں۔ ان واقعات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ تفریح کی حوصلہ افزائی ہوتی یا نہ ہو، فرائض کی جگہ وہ کبھی نہیں لیتی تھی۔

جدول: کھیل و تفریح کے اسلامی اصولوں کا خلاصہ

اصول	مطلب	عملی مثال
حلال ہونا	جوا، نشہ، ظلم شامل نہ ہو	سٹے والی کھیلوں سے اجتناب
فرائض کی حفاظت	نماز و ذمہ داریاں ضائع نہ ہوں	نماز کے اوقات میں وقفہ و ادائیگی
ستر و حیاء	لباس اور اختلاط کے حدود	شرعی لباس، الگ انتظامات
امن و صحت	جان و جسم کو غیر ضروری خطرہ نہ ہو	حفاظتی سامان، تربیت یافتہ نگرانی
نیک مقصد	صحت، مہارت یا سماجی فائدہ	تیراکی، دوڑ، نشانہ بازی، کھیل کود

عصر حاضر کے کھیلوں پر اصولوں کا اطلاق

آج کھیل ایک بڑی صنعت بن چکا ہے جس میں میڈیا، اشتہارات اور آن لائن گیمنگ شامل ہیں۔ اصول وہی پرانے ہیں، اطلاق نئی صورتوں پر کرنا ہے۔ آن لائن اور ویڈیو گیمز کے بارے میں یہی معیار ہے کہ ان میں جوا، تشدد کی بے جا ترویج، فحش مواد اور وقت کی ایسی بربادی نہ ہو جو نماز و تعلیم کو نقصان پہنچائے؛ خاص طور پر بچوں کے اسکرین ٹائم کی نگرانی والدین کی ذمہ داری ہے۔ کھیلوں کے مقابلوں میں سٹے بازی اور میچ فکسنگ صاف طور پر ممنوع دائرے میں آتی ہیں۔ اسی طرح کھیل کے نام پر شراب و دیگر منشیات کی تشہیر والے ماحول سے دوری بھی اسی اصول کا حصہ ہے۔ خواتین کے کھیلوں میں ستر، الگ سہولتوں اور حفاظت کے اصولوں کے ساتھ شرکت پر علماء نے اپنے اپنے فقہی فہم کے

مطابق آراء دی ہیں؛ طالب علم اس باب میں مستند علماء کی راہنمائی کا پابند رہے۔ کھیل کو نشے کی طرح زندگی پر غالب کر لینا بھی اسلامی توازن کے خلاف ہے، چاہے کھیل بذاتِ خود مباح ہی کیوں نہ ہو۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کھیل اور تفریح کا مخالف نہیں بلکہ اس کا اصول پسند حامی ہے۔ کھیل و تفریح کے بنیادی اسلامی اصول یہ ہیں: کھیل حلال و پاکیزہ ہو، فرائض و حقوق میں خلل نہ ڈالے، ستر و حیاء کے حدود قائم رہیں، جسم و جان کو غیر ضروری خطرے میں نہ ڈالے، اس سے صحت و مہارت جیسا کوئی نیک فائدہ حاصل ہو۔ ان حدود کے اندر تفریح انسان کی تازگی، خاندان کی خوشی اور معاشرے کی صحت کا ذریعہ ہے، اور ان سے باہر ہو کر یہی تفریح غفلت اور برائی کا سبب بن جاتی ہے۔

سوال نمبر 3: قربانی کا وقت اور اس کے احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ قربانی کا وقت کون سا ہے؟ اس بابت اس کے احکام تفصیل سے لکھیں۔ (20)

تعارف

قربانی، جسے اضحیہ کہا جاتا ہے، عید الاضحیٰ کے موقع پر اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے مقررہ جانور کو مقررہ ایام میں ذبح کرنے کا نام ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم فرمانبرداری کی یادگار اور شعائرِ اللہ میں سے ہے؛ قرآن کریم میں مفہوم آیا ہے کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقوے کی نشانی ہے (الحج: 32)۔ قربانی کے مسئلے میں سب سے زیادہ پوچھا جانے والا سوال اس کے وقت کا ہے، کیونکہ وقت سے پہلے یا بعد میں کیا گیا ذبح قربانی شمار نہیں ہوتا۔ اس جواب میں قربانی کے اوقات، ان کی حدود، نمازِ عید سے تعلق اور اس سے متعلقہ فقہی احکام تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں۔

قربانی کا مختصر مفہوم و حیثیت

قربانی سے مراد ہے: ایامِ نحر میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے مخصوص شرائط رکھنے والے جانور، یعنی بھیڑ، بکری، گائے، بھینس یا اونٹ، کو شرعی طریقے سے ذبح کرنا۔ حنفی فقہ کے نزدیک قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ، مقیم اور نصاب کا مالک ہو (مسافر اور فقیر پر واجب نہیں)۔ جمہور فقہاء کے نزدیک یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ دونوں آراء کی بنیاد نصوص ہیں اور یہ اختلاف اجتہادی نوعیت کا ہے۔ قربانی کی فضیلت میں روایت کا مفہوم آتا ہے کہ عید کے دن ابنِ آدم کا کوئی عمل اللہ کو خون بہانے (قربانی) سے زیادہ محبوب نہیں اور یہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا (سنن ترمذی، سنن ابنِ ماجہ)۔ قربانی کے جانور کی عمریں اور شرائط فقہ میں مقرر ہیں: اونٹ پانچ سال، گائے و بھینس دو سال، بھیڑ بکری ایک سال کی ہو؛ البتہ چھ ماہ کی وہ دبہ بھی جائز ہے جو دیکھنے میں ایک سال کی معلوم ہو۔

قربانی کا وقت: ابتدا

قربانی کے وقت کی ابتدا دس ذوالحجہ کو نمازِ عید کے بعد سے ہوتی ہے۔ جو جانور نمازِ عید سے پہلے ذبح کر دیا جائے وہ قربانی شمار نہیں ہوتا بلکہ عام گوشت ہوتا ہے۔ اس اصول کی دلیل صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنے لیے گوشت حاصل کیا، اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پا لیا۔ اسی بنا پر شہروں اور دیہاتوں میں فرق بھی بیان ہوا ہے: جہاں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں کے باشندوں کے لیے نمازِ عید کے بعد ذبح شرط ہے، جبکہ ایسے دیہات جہاں عید کی نماز کا انتظام نہ ہو وہاں دس تاریخ کی صبح صادق کے بعد سے ذبح جائز ہو جاتا ہے۔ یہ بھی احتیاط کا تقاضا ہے کہ اگر گاؤں والے شہر جا کر نماز پڑھ سکیں تو ان کے لیے بھی نماز کے بعد ہی کا وقت افضل و محفوظ ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ جانور کی خرید و تیاری پہلے سے ہو سکتی ہے، ممانعت صرف ذبح کے وقت کی ہے۔

قربانی کا وقت: انتہا اور ایام کی تعداد

قربانی کے آخری وقت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک قربانی کے دن تین ہیں: دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ، اور بارہ تاریخ کے غروبِ آفتاب کے ساتھ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایامِ تشریق یعنی تیرہ ذوالحجہ سمیت چار دن قربانی کے ہیں، کیونکہ روایات میں تمام ایامِ تشریق کو ذبح کے ایام کہا گیا ہے (مسند احمد، مفہوم)۔ اس اختلاف کے باوجود سب سے افضل دن پہلا دن یعنی یوم النحر (دس ذوالحجہ) ہے، پھر گیارہ اور پھر بارہ تاریخ۔ رات کو قربانی کرنا حنفیہ کے نزدیک مکروہِ تنزیہی ہے کیونکہ اندھیرے میں ذبح کی کیفیت متاثر ہو سکتی ہے، البتہ ضرورت ہو یا انتظام اچھا ہو تو کراہت باقی نہیں رہتی۔ اگر کسی عذر سے قربانی ایام گزر جائیں تو حنفیہ کے نزدیک اب جانور ذبح کرنا کافی نہیں بلکہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرنا ہو گا؛ یہ تفصیل قضا قربانی کے باب میں ملتی ہے۔



Days of Qurbani (Udhiyah): sacrifice before the Eid prayer is not valid as Qurbani

شکل: قربانی کے ایام — نمازِ عید کے بعد دس ذوالحجہ سے بارہ (شافعیہ کے نزدیک تیرہ) ذوالحجہ تک

وقت سے متعلق دیگر احکام

1۔ ذبح کی ترتیب اور ترجیحات

دس تاریخ کو ذبح کی بہترین ترتیب یہ ہے کہ پہلے نمازِ عید ادا کی جائے، پھر قربانی کی جائے اور حاجیوں کے لیے منیٰ میں یہی ترتیب رمی و قربانی کے ساتھ خاص انداز میں آتی ہے۔ غیر حاجی کے لیے اپنے مقام کی عید کی نماز معتبر ہے۔ کسی اور شہر یا ملک کے وقت کا اعتبار نہیں ہو گا بلکہ جہاں جانور ذبح ہو رہا ہے وہاں کا وقت معتبر ہو گا، جو آج کل وکلاء اور

اداروں کے ذریعے قربانی کروانے میں بہت اہم نکتہ ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی قربانی دوسرے ملک میں کروا رہا ہے تو اسے اس ملک کے ایام واوقات کا لحاظ رکھنا چاہیے اور اسی کے بعد گوشت کھانا مناسب ہے۔

2۔ ذبح کرنے والا اور طریقۂ ذبح

قربانی خود کرنا افضل ہے اگر ذبح آتا ہو، ورنہ کسی ماہر کو وکیل بنایا جاسکتا ہے، لیکن نیت قربانی کرنے والے کی ہی ہوگی۔ ذبح کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا شرط کے درجے میں ہے اور جانور کو قبلہ رخ لٹانا مستحب ہے۔ ذبح کی مکمل شرائط اگلے سوال میں آئیں گی۔ بڑے جانور یعنی گائے اور اونٹ میں سات افراد تک شریک ہوسکتے ہیں، بشرطیکہ سب کی نیت قربانی یا عقیقے جیسی قربت کی ہو اور کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔ اگر بعد میں معلوم ہو کہ کسی شریک کی نیت گوشت خوری کی تھی تو فقہاء نے اس کے اثرات پر تفصیل بیان کی ہے۔

3۔ گوشت کی تقسیم اور کھال

قربانی کے گوشت کے بارے میں سنت طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے تین حصے کیے جائیں: ایک حصہ خود اور اہلِ خانہ کے لیے، ایک حصہ رشتہ داروں و دوستوں کے لیے بطور ہدیہ، اور ایک حصہ فقیروں و مسکینوں کے لیے صدقہ۔ یہ تقسیم مستحب ہے، فرض نہیں؛ اگر کوئی سارا گوشت خود رکھ لے تو قربانی ادا ہو جائے گی لیکن اس فضیلت سے محروم رہے گا، اور اگر سب صدقہ کر دے تو بھی جائز ہے۔ قربانی کی کھال اور گوشت بیچنا جائز نہیں، اور قصاب کو اجرت میں گوشت یا کھال دینا بھی درست نہیں؛ اس کی اجرت الگ سے ادا کی جائے۔ کھال کسی مستحق کو دی جاسکتی ہے یا فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کی جاسکتی ہے، لیکن اسے اپنے ذاتی استعمال میں لانا، مثلاً جائے نماز کے طور پر، فقہاء نے بقدر استعمال جائز سمجھا ہے جبکہ فروخت شدہ قیمت کا صدقہ لازم آتا ہے۔

جانور کی صحت و عیوب سے متعلق احکام

وقت کے ساتھ ساتھ جانور کی کیفیت بھی قربانی کی صحت کی شرط ہے۔ روایت میں چار قسم کے عیوب والے جانوروں کی قربانی سے واضح ممانعت آئی ہے: واضح کانا پن، واضح بیماری، واضح لنگڑا پن اور وہ دبلا پن جس سے ہڈیوں میں گودا نہ رہے (سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، مفہوم)۔ اس کے علاوہ سینگ ٹوٹنے، کان کٹنے اور دانت گرنے جیسے عیوب میں فقہاء نے مقدار و کیفیت کے اعتبار سے تفصیل کی ہے۔ لہٰذا خریدار کو چاہیے، جانور کا بغور معائنہ کرنا چاہیے، کیونکہ بازار میں عیب چھپائے جانے کی صورتیں پیش آتی ہیں اور مومن کی تعظیمِ شعائر کا تقاضا ہے کہ اللہ کی راہ میں بہترین و پسندیدہ چیز پیش کرے، جیسا کہ قرآن کا مفہوم ہے کہ تم نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک اپنی محبوب چیز سے خرچ نہ کرو (آلِ عمران: 92)۔

جدول: قربانی کے وقت کا خلاصہ

حکم	پہلو
دس ذوالحجہ، بلاد میں نمازِ عید کے بعد؛ بلا نماز والے دیہات میں صبح صادق کے بعد	ابتدا
دس ذوالحجہ (یوم النحر)، پھر گیارہ، پھر بارہ	افضل دن
بارہ ذوالحجہ کا غروبِ آفتاب	انتہا (جمہور)
تیرہ ذوالحجہ کے غروب تک (ایامِ تشریق)	انتہا (شافعیہ)
قربانی نہیں، عام گوشت شمار ہو گا	قبل از وقت ذبح
حنفیہ کے نزدیک جانور یا قیمت کا صدقہ لازم	وقت گزر جانے پر

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کا وقت دس ذوالحجہ کو نمازِ عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور جمہور کے نزدیک بارہ ذوالحجہ کے غروب تک اور شافعیہ کے نزدیک تیرہ تاریخ تک رہتا ہے۔ نماز سے پہلے کا ذبح قربانی نہیں ہوتا۔ اس وقت کی پابندی، جانور کی شرائط کی صحت، نیت کی صفائی اور گوشت کی منصفانہ تقسیم مل کر قربانی کو شعائر کی تعظیم اور تقوے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ عملی مسائل میں اپنے مسلک کے مستند علماء سے راہنمائی لینی چاہیے، خصوصاً بیرونِ ملک قربانی اور اجتماعی قربانی کے نظامات میں۔

سوال نمبر 4: ذبح کا مفہوم اور اس کی شرائط (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ ذبح سے کیا مراد ہے؟ نیز ذبح کی شرائط مفصل بیان کریں۔ (20)

تعارف

انسان کے لیے گوشت حلال ہونے کا بنیادی ذریعہ شرعی ذبح ہے۔ اسلام نے جانور کو ذبح کرنے کا ایک منظم، بامروّت اور صحت بخش طریقہ مقرر کیا ہے جسے ذکاۃ یا ذبحِ شرعی کہتے ہیں۔ یہ طریقہ ایک طرف اللہ کے نام کی تعظیم سے جڑا ہے اور دوسری طرف جانور کے ساتھ حسنِ سلوک اور انسانی صحت کے تحفظ سے۔ قرآن کریم نے مردار، بہایا گیا خون اور غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور کو حرام قرار دیا ہے (المائدہ: 3 کا مفہوم) جس سے ذبحِ شرعی کی اہمیت خود واضح ہو جاتی ہے۔ اس جواب میں ذبح کے مفہوم، اس کی اقسام اور اس کی شرائط مفصل بیان کی جاتی ہیں۔

ذبح کا مفہوم

لفظ ذبح کے لغوی معنی ہیں کاٹنا، چیرنا اور کسی جانور کی گردن کی مخصوص رگیں کاٹ کر اس کا خون بہانا۔ شرعی اصطلاح میں ذبح (ذکاۃ) سے مراد ہے: حلال جانور کو شرعی شرائط کے ساتھ اس طرح ذبح کرنا کہ اس کا خون بہہ جائے اور اس کا گوشت کھانا حلال ہو جائے۔ فقہاء نے ذکاۃ کی دو بڑی صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی ذکاۃِ اختیاری ہے جو عام

قابو میں آنے والے جانوروں کے لیے ہے؛ گھریلو و پالتو جانوروں کے لیے مخصوص جگہ گردن یا سینے کی ابتدا میں شرعی قطع کیا جاتا ہے۔ اسی کی دو شکلیں ہیں: ذبح، جو بکری و گائے وغیرہ میں گردن کے نچلے حصے سے رگیں کاٹنا ہے، اور نحر، جو اونٹ کے لیے سینے کے سرے پر نیزہ نما ضرب سے رگیں کاٹ کر خون بہانا ہے۔ دوسری صورت ذکاۃِ اضطراری ہے جو شکار جیسے بے قابو جانوروں کے لیے ہے، جہاں تیر یا تربیت یافتہ جانور کے ذریعے جسم کے کسی بھی حصے سے خون بہا کر اسے مارا جائے تو شرائط کے ساتھ وہ حلال ہو جاتا ہے۔ سوال چونکہ ذبح سے متعلق ہے اس لیے توجہ پہلی قسم پر رہے گی۔

ذبح کی شرائط: تفصیلی بیان

1۔ ذبح کرنے والے (ذابح) کی شرطیں

پہلی شرط ذبح کرنے والے سے متعلق ہے: وہ مسلمان ہو یا اہلِ کتاب (یہودی یا عیسائی) میں سے ہو، کیونکہ قرآن نے اہلِ کتاب کے کھانے اور ذبیحے کو حلال قرار دیا ہے (المائدہ: 5 کا مفہوم)۔ اسی طرح وہ عاقل اور صاحبِ تمیز ہو؛ نابالغ سمجھدار بچے اور تمیز رکھنے والے کا ذبیحہ بھی فقہاء کے نزدیک درست ہے جبکہ مجنون اور نشے میں بے ہوش کا ذبح معتبر نہیں۔ غیر مسلم غیر کتابی کا ذبیحہ جمہور کے نزدیک حلال نہیں۔ آج کے دور میں مشینی ذبح کے بارے میں علماء نے یہی اصول سامنے رکھ کر شرائط مقرر کی ہیں کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو، ہر جانور پر تسمیہ پڑھی جائے اور رگیں حقیقتاً کٹی ہوں۔

2۔ تسمیہ (اللہ کا نام لینا)

دوسری بڑی شرط ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا ہے جسے تسمیہ کہتے ہیں۔ قرآن کا مفہوم ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ (الانعام: 121)۔ فقہاء کے درمیان تفصیل یہ ہے کہ تسمیہ جان بوجھ کر چھوڑنے سے جانور حلال نہیں ہوتا، البتہ بھول کر رہ جائے تو حنفیہ و جمہور کے نزدیک جانور حلال رہتا ہے کیونکہ بھول اللہ کی طرف سے معاف ہے۔ تسمیہ ہر جانور پر الگ الگ پڑھی جائے گی؛ اگر ایک تسمیہ پر متعدد جانور لگاتار ذبح کیے جائیں تو جدید ذبح خانوں کے تناظر میں علماء نے لگاتار عمل کی تفصیل بیان کی ہے۔ عموماً بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا مسنون ہے۔ یہ شرط درحقیقت اس بات کا اعلان ہے کہ جان لینے کا حق انسان کو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کی اجازت سے ملا ہے۔

3۔آلے (چھری) کی شرطیں

تیسری شرط ذبح کے آلے کی ہے: آلہ تیز دھار والا ہو جو اپنی دھار سے رگیں کاٹے، بوجھ و دباؤ سے نہ مارے۔ روایت میں اس آلے سے منع کیا گیا ہے جو دانت یا ناخن ہو، اور ہر اس چیز سے ذبح کی اجازت کا مفہوم آتا ہے جو خون بہائے (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔ اسی بنا پر کند چھری سے تکلیف دے کر ذبح کرنا ناپسندیدہ اور جانور پر ظلم ہے۔ چھری جانور کے سامنے تیز کرنا بھی ادب کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ آلہ ایسے کا ہو جو بدید تیز دھات کا، اصل مقصد دھار سے تیزی سے قطع کرنا ہے تاکہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو اور خون مکمل بہہ جائے۔

4۔رگوں کا کٹنا (قطع حلقوم واوداج)

چوتھی شرط مقام ذبح اور رگوں کی ہے۔ جانور کی گردن میں چار معروف نالیاں ورگیں ہوتی ہیں: حلقوم (سانس کی نلی)، مری (کھانے کی نالی) اور دو بڑی رگیں جنہیں ودجین کہتے ہیں جو خون کی گردش سے متعلق ہیں۔ فقہاء کے نزدیک کم از کم اتنا قطع ضروری ہے کہ ان میں سے اکثر کٹ جائیں اور خون بہہ جائے؛ حنفیہ کے نزدیک چار میں سے تین کا کٹ جانا کافی ہے بشرطیکہ خون بہے، جبکہ بعض مسالک میں حلقوم و مری اور ایک یا دونوں ودجین کی تفصیل ملتی ہے۔ اگر جانور گردن کے غیر معروف مقام سے یا محض دبانے سے مرے تو وہ موقوذہ و مردار کے حکم میں آئے گا اور حرام ہو گا۔ زندہ جانور سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لینا بھی اسی اصول سے ممنوع ہے کیونکہ وہ حصہ مردار کے حکم میں ہے۔

5۔جانور کا زندہ ہونا اور حلال ہونا

پانچویں شرط جانور کی ذات اور حالت سے متعلق ہے: جانور شرعاً حلال النوع ہو، یعنی ان انواع میں سے ہو جن کا گوشت جائز ہے، اور ذبح کے وقت اس میں زندگی موجود ہو۔ مرا ہوا جانور، گلا گھونٹ کر مارا ہوا، چوٹ سے مرا ہوا اور درندے کا کھایا ہوا (جسے زندہ ذبح نہ کیا گیا ہو) قرآن کی نص کے مطابق حرام ہے (المائدہ: 3)۔ اگر جانور مرنے کے قریب بھی ہو مگر ذبح کے وقت اس میں زندگی کی علامات ہوں اور شرعی ذبح سے خون بہہ جائے تو فقہاء نے تفصیل کے ساتھ اسے درست قرار دیا ہے۔ بیماری جو جانور کو کھانے کے قابل نہ چھوڑے اس میں بھی احتیاط یہی ہے کہ ایسا گوشت نہ کھایا جائے۔

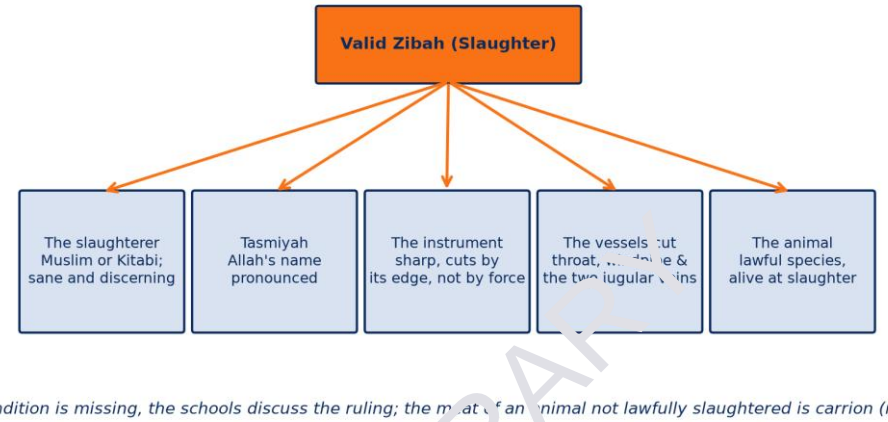

شکل: درست شرعی ذبح کی بنیادی شرائط کا خاکہ

ذبح کے آداب اور جانور پر رحم

شرائط کے علاوہ ذبح کے آداب بھی شریعت نے مقرر کیے ہیں جن کا تعلق جانور کے ساتھ احسان سے ہے۔ رحمدلی کا مفہوم ہے کہ اللہ نے ہر چیز میں احسان فرض کیا ہے، پس جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو: چھری تیز کرو اور جانور کو آرام پہنچاؤ (صحیح مسلم)۔ انہی آداب میں جانور کو پانی پلانا، اسے آرام سے لٹانا، قبلہ رخ کرنا، دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح نہ کرنا اور ذبح کے فوراً بعد کھال اتارنے میں جلدی نہ کرنا شامل ہیں جب تک جان مکمل نہ نکل جائے۔ یہ تعلیمات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام ذبح کو ظلم نہیں بلکہ ایک مقدس ذمہ داری سمجھتا ہے۔

ذبح کی صحت وصفائی سے متعلق حکمتیں

شرعی ذبح میں صحت کی حکمتیں بھی نمایاں ہیں۔ خون جسم کا وہ حصہ ہے جس میں جراثیم سب سے تیزی سے پنپتے ہیں، اور ذبح کے طریقے میں گردن کی رگوں کے کٹنے سے زیادہ سے زیادہ خون باہر آ جاتا ہے جس سے گوشت نسبتاً صاف و محفوظ رہتا ہے۔ اس کے برعکس گلا گھونٹنے یا بجلی کے جھٹکے جیسے طریقوں میں خون جسم کے اندر رہ جانے کا امکان

رہتا ہے۔ جدید سائنس کی تحقیقات بھی گوشت میں باقی خون کو خرابی و بدبو کی وجہ قرار دیتی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حتمی عملی معاملات، مثلاً صنعتی ذبح خانوں کا سرٹیفکیشن، میں مسلمان صارف کو مستند حلال تصدیقی اداروں پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس موضوع میں اہلِ علم کی راہنمائی مقدم ہے۔

جدول: ذبح کی شرائط کا خلاصہ

دلیل کی نوعیت	تفصیل	شرط
قرآن (المائدہ: 5)	مسلمان یا اہلِ کتاب، عاقل و صاحبِ تمیز	ذابح
قرآن (الانعام: 121)	ہر جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام	تسمیہ
حدیث (صحیحین)	تیز دھار والا، دانت و ناخن کے سوا	آلہ
فقہی استخراج و روایات	حلقوم، مری اور ودجین میں اکثر کا کٹنا و خون بہنا	قطعِ رگیں
قرآن (المائدہ: 3)	حلال النوع اور ذبح کے وقت زندہ	جانور

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ ذبحِ حلال جانور کو شرعی طریقے سے رگیں کاٹ کر خون بہانے کا نام ہے۔ اس کی اہم شرائط ہیں: ذبح کرنے والا مسلمان یا اہلِ کتاب اور عاقل ہو، ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے، آلہ تیز دھار والا ہو، گردن کی مخصوص رگیں کٹ کر خون بہہ جائے، اور جانور حلال النوع و زندہ ہو۔ جو جانور ان شرائط کے بغیر مرے وہ مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ ان شرائط سے اسلام کی وہ رحمت جھلکتی ہے جو انسان کی صحت، اللہ کے نام کی تعظیم اور جانور کے ساتھ احسان تینوں کو یکجا کرتی ہے۔

سوال نمبر 5: حلال اشیاء اور حلال خوراک کے اصول (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ کون سی چیزیں کھانا حلال ہیں؟ حلال خوراک کے اصول بیان کریں۔ (20)

تعارف

کھانا انسان کی بنیادی ترین ضرورت ہے اور اسلام نے اس شعبے کو خاص اہتمام دیا ہے، کیونکہ خوراک صرف جسم کی غذا نہیں بلکہ روحانی حالت پر بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے بار بار حلال و طیب کھانے کی تلقین کی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ زمین کی حلال و پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ (البقرہ: 168 کا مفہوم)۔ حلال و حرام کی تمیز مومن کی زندگی کا اصل امتحان بھی ہے، کیونکہ بھوک اور لذت کے مواقع پر ہی اس کی فرمانبرداری آزمائی جاتی ہے۔ اس جواب میں پہلے یہ بیان کیا جائے گا کہ کون سی چیزیں کھانا حلال ہیں، اور پھر حلال خوراک کے اصول مستقل کیے جائیں گے تاکہ طالب علم روزمرہ خوراک کے بارے میں ایک واضح شرعی فریم ورک حاصل کر سکے۔

حلال کھانوں کی بڑی اقسام

1۔ زمینی پالتو و شکار کیے جانے والے جانور

پہلی قسم خشکی کے ان جانوروں کی ہے جنہیں شریعت نے حلال قرار دیا ہے: گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، اونٹ، مرغی، بطخ اور انہی جیسے پالتو جانور، بشرطیکہ انہیں شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے (جیسا کہ پچھلے سوال میں بیان ہوا)۔ وحشی جانوروں میں ہرن، نیل گائے اور خرگوش جیسے جانور حلال ہیں جن کا شکار شرعی شرائط سے ہو۔ اس کے برعکس درندے، یعنی پھاڑنے والے کچلی دانتوں والے جانور مثلاً شیر، بھیڑیا، کتا، بلی وغیرہ، حرام ہیں اور پرندوں میں پنجے سے شکار کرنے والے، مثلاً عقاب و باز، بھی اسی اصول سے حرام شمار ہوتے ہیں (روایات کا مفہوم، صحیح مسلم)۔ پالتو گدھے کی حرمت بھی روایات سے ثابت ہے (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مفہوم) جبکہ گھوڑے کے بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں اور طالب علم کو اپنے مسلک کی رائے کی پیروی کرنی چاہیے۔

2۔ آبی مخلوق (مچھلی وغیرہ)

دوسری قسم سمندری و آبی مخلوق کی ہے۔ قرآن میں مفہوم آیا ہے کہ تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا (المائدہ: 96)۔ مچھلی بغیر ذبح کے حلال ہے؛ روایت کا مفہوم ہے کہ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے (سنن ترمذی، سنن ابی داؤد)۔ دیگر آبی جانوروں، مثلاً جھینگے وغیرہ، کے بارے میں فقہی آراء کا تنوع ہے: حنفیہ کے نزدیک مچھلی کی اقسام تک حلال محدود ہے، جبکہ دیگر مسالک میں وسیع تر گنجائش ہے۔ یہ اختلاف علمی مطالعے کا حصہ ہے اور عمل اپنے مسلک کے مطابق ہونا چاہیے۔ اسی اصول پر آج کے دور میں ماہی گیری کی صنعت اور منجمد مچھلی کے مسائل سمجھے جاتے ہیں۔

3۔ نباتات، اناج، پھل اور مشروبات

تیسری بڑی قسم نباتات کی ہے: گندم، چاول، دالیں، سبزیاں، پھل اور تمام پاکیزہ اجناس اصل میں حلال ہیں۔ مشروبات میں پانی، دودھ، شہد اور ان جیسے پاک مشروبات حلال ہیں۔ شہد کے بارے میں قرآن میں شفا کا ذکر بھی آیا ہے (النحل: 69 کا مفہوم)۔ اس قسم میں اصل اصول یہ ہے کہ ہر پاکیزہ نباتاتی چیز حلال ہے، سوا اس کے جو نشہ آور ہو یا ضرر رساں ہو۔ نشہ آور چیزوں کی حرمت کا اصول حدیث کے اس مفہوم سے لیا گیا ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر کے حکم میں ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے (صحیح مسلم)؛ اسی سے جدید منشیات بھی اسی قیاس کے تحت حرام شمار ہوتی ہیں۔ زہریلی اور جان لیوا اشیاء بھی خود کو ہلاکت سے بچانے کے اصول کے تحت ممنوع ہیں۔

4۔ واضح حرام چیزیں (تمیز کے لیے)

حلال کی پہچان کے لیے حرام کی فہرست جاننا بھی ضروری ہے۔ قرآن نے جن چیزوں کو صراحتاً حرام کہا ہے وہ ہیں: مردار، بہایا گیا خون، سور کا گوشت، وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو (المائدہ: 3)، اور شراب و جوا وغیرہ نجس امور (المائدہ: 90)۔ نیز اللہ کے نام کے بغیر ذبح شدہ، گلے گھونٹا ہوا، چوٹ سے مرا ہوا اور درندے کا کھایا ہوا جانور بھی حرام ہے۔ اس کے علاوہ گندگی کھانے والے جانور (جلالہ) کے بارے میں فقہاء نے اس وقت تک کھانے سے روکا ہے جب تک اسے پاک غذا پر رکھ کر اس کا اثر زائل نہ ہو جائے۔ ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام کی فہرست محدود اور مقررہ ہے، جبکہ حلال کا دائرہ وسیع ہے۔

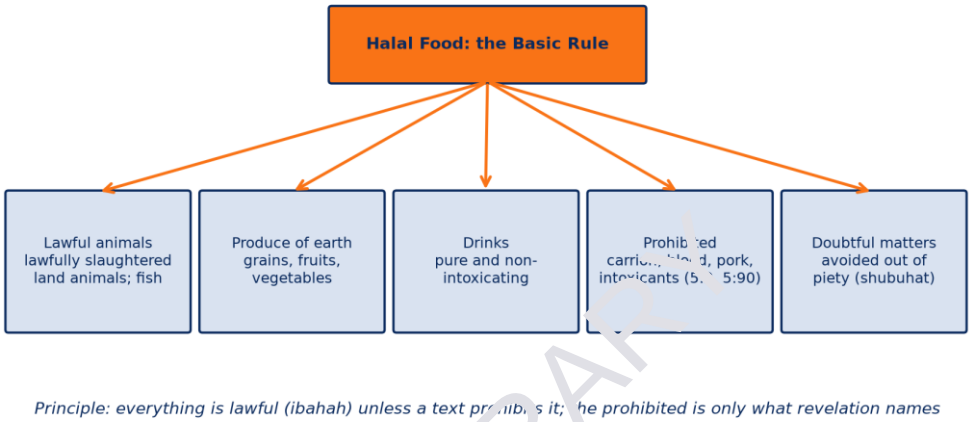

شکل: حلال خوراک کی بڑی اقسام اور بنیادی اصول کا خاکہ

حلال خوراک کے اصول

1۔ اصل اباحت کا اصول

پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں میں اصل حلال و مباح ہونا ہے؛ حرمت اسی چیز میں ثابت ہو گی جس کی دلیل نص سے آئے۔ اس اصول کی وجہ سے مسلمان کو ہر نئی چیز کو پہلے حلال سمجھنے کی سمت ملتی ہے اور وسوسے سے بچت ہوتی ہے۔ سورۃ البقرہ میں مفہوم آیا ہے کہ اللہ نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لیے پیدا کیا (آیت 29)، اور سورۃ الاعراف میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی زیب و زینت اور پاک رزق کو کس نے حرام کیا (آیت 32)۔ لہٰذا حرام قرار دینا اللہ کا اختیار ہے، انسان اپنی طرف سے چیزیں حرام نہیں ٹھہرا سکتا۔

2۔ حلال کے ساتھ طیب (پاکیزہ) ہونا

دوسرا اصول یہ ہے کہ مطلوب صرف حلال نہیں بلکہ حلال و طیب ہے (البقرہ: 168، المائدہ: 88 کا مفہوم)۔ طیب سے مراد ہے پاکیزہ، صاف ستھرا اور انسانی طبیعت کے لیے ناپسندیدہ نہ ہو۔ اس سے غذائی صفائی، صحت بخش ہونا اور گھناؤنی صورتوں سے اجتناب سب اس اصول کے اندر آتے ہیں۔ جدید دور میں فوڈ سیفٹی، ختم ہونے والی اشیاء کا

استعمال اور حفظانِ صحت کے اصول اسی طیب ہونے کے تقاضے سے مربوط کیے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح مال کا حلال ہونا بھی خوراک کے طیب ہونے میں شامل سمجھا جاتا ہے؛ چوری، رشوت اور سود کے مال سے حاصل شدہ کھانا اگرچہ مادی طور پر گوشت روٹی ہی ہو لیکن کمائی کی ناپاکی کی وجہ سے مومن اس سے بچتا ہے، کیونکہ روایت کا مفہوم ہے کہ اللہ پاک ہے اور صرف پاک ہی قبول فرماتا ہے (صحیح مسلم)۔

3۔ اعتدال اور اسراف سے پرہیز

تیسرا اصول اعتدال ہے: کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو، اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (الاعراف: 31 کا مفہوم)۔ حلال چیز بھی حد سے بڑھ کر کھائی جائے تو جسم و روح دونوں کے لیے نقصان دہ بن جاتی ہے۔ سیرت و احادیث سے بھوک رکھ کر کھانا، تیسرا حصہ کھانے اور پانی کے لیے چھوڑنا اور دوسروں کو کھلانا یہ سب اسی اعتدال کی تعلیمات ہیں۔ آج کے دور میں موٹاپا، ضیاعِ طعام اور دکھاوے کی دعوتیں اسی اصول کی خلاف ورزی ہیں۔ خاص طور پر تقریبات میں کھانے کے ضیاع کو روکنا اور بچا ہوا کھانا مستحقین تک پہنچانا اسی اسراف سے بچنے کی عملی صورت ہے۔

4۔ شبہات سے اجتناب اور تحقیق

چوتھا اصول شبہ والی چیزوں سے احتیاط ہے۔ مشہور روایت کا مفہوم ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح، اور ان کے درمیان شبہے والی چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے؛ پس جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ رکھا (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔ اس اصول کی عملی صورت یہ ہے کہ اجزا والی مصنوعات، خاص طور پر درآمد شدہ غذاؤں، میں اجزاء کی تحقیق کی جائے، مستند حلال سرٹیفکیشن دیکھا جائے اور جیلیٹن، ایملسیفائر اور دیگر مشکوک اجزاء کے بارے میں اہلِ علم و مستند اداروں سے راہنمائی لی جائے۔ لیکن اس احتیاط کو وسوسے میں بدلنا بھی درست نہیں، کیونکہ شریعت نے تحقیق کو معقول حد تک رکھا ہے۔

5۔ضرورت(اضطرار) کا استثنائی اصول

پانچواں اصول ضرورت کا ہے: جو شخص بھوک سے مجبور ہو جائے اور جان بچانے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو اس کے لیے بقدرِ ضرورت حرام سے بچ نکلنے کی رخصت قرآن نے خود دی ہے، بشرطیکہ وہ طلب و خواہش سے نہ کھائے اور حد سے نہ بڑھے (البقرہ: 173 اور المائدہ: 3 کا مفہوم)۔ یہ استثنا شریعت کی رحمت اور انسانی جان کی قدر ظاہر کرتا ہے۔ تاہم یہ رخصت ذاتی تشخیص کے بجائے واقعی اضطرار کی صورت میں ہے اور موجودہ دور میں غذائی متبادل کی فراوانی کے باعث اس کا اطلاق بہت محدود ہو چکا ہے۔ اسی طرح بیماری میں علاج کے لیے اجزاء کے مسائل بھی اہلِ علم و اطباء کی مشترکہ راہنمائی سے طے ہونے چاہئیں۔

جدول: حلال و حرام خوراک کا اجمالی خاکہ

زمرہ	حلال	حرام / نوٹ
خشکی کے جانور	ذبح شدہ گائے، بکری، بھیڑ، اونٹ، مرغی؛ ہرن، خرگوش	درندے، پنجے والے پرندے، پالتو گدھا
آبی مخلوق	مچھلی (بغیر ذبح)	دیگر آبی جانوروں میں مسالک کا اختلاف
نباتات و اناج	تمام پاکیزہ اجناس، پھل، سبزیاں	نشہ آور و زہریلی اشیاء
مشروبات	پانی، دودھ، شہد، پاک شربت	شراب اور ہر نشہ آور چیز
ذبیحہ	اللہ کے نام سے شرعی ذبح شدہ	مردار، خون، غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ

حلال خوراک کی معاشرتی و معاشی اہمیت

آج حلال خوراک دنیا کی ایک بڑی صنعت بن چکی ہے اور دنیا بھر میں اربوں صارفین حلال مصنوعات تلاش کرتے ہیں۔ مسلمان کے لیے حلال کا تقاضا محض دینی نہیں بلکہ اس سے اس کی صحت، اس کے مال کی صفائی اور اس کی دعا کی قبولیت بھی جڑی مانی جاتی ہے؛ روایت کا مفہوم ہے کہ جس جسم کی پرورش حرام سے ہو اس کے لیے دوزخ زیادہ لائق ہے (سنن ترمذی)۔ معاشرتی سطح پر حلال خوراک کی شعوری طلب نے کئی ملکوں میں شفافیت بڑھائی ہے، تصدیقی ادارے وجود میں آئے ہیں اور دیگر ملتوں کے لوگ بھی اسے صفائی و معیار کی علامت سمجھنے لگے ہیں۔ طالب علم اور عام قاری کے لیے پیغام یہ ہے کہ اپنی خوراک کے ذرائع کی بقدرِ استطاعت تحقیق رکھیں، اسراف سے بچیں اور شکر گزاری کے ساتھ اللہ کی حلال نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ کھانے میں اصل حلال ہونا ہے: شرعی ذبح شدہ حلال جانور، مچھلی، تمام پاکیزہ نباتات، اناج، پھل اور پاک مشروبات حلال ہیں، جبکہ مردار، خون، سور، شراب، نشہ آور اشیاء اور غیر شرعی ذبیحہ نصوص سے حرام ہیں۔ حلال خوراک کے اصول پانچ ہیں: اصل اباحت، حلال کے ساتھ طیب ہونا، اعتدال و ترکِ اسراف، شبہات سے اجتناب اور اضطرار کی محدود رخصت۔ ان اصولوں پر عمل مسلمان کے جسم و روح دونوں کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی عبادت و دعا کی قبولیت کا ماحول بناتا ہے۔